

## لیکچر نمبر 1: مبادیاتِ اسلام-I (ماڈیول 1-1: دین اسلام کا تعارف)

دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو دیگر ادیان و مذاہب کے مقابل واضح عالمگیر حیثیت کا حامل ہے۔ یہ وہ ضابطہ حیات ہے جو فطرت کے اصولوں پر قائم ہے۔ یہ دین اپنے اصولوں، ضابطوں اور لچک دار فروعی قوانین کی وجہ سے بھی الگ اور منفرد تشخص کا حامل ہے۔ اسلامی شریعت کے قوانین کسی مخصوص قوم کے رسوم و رواج پر مبنی نہیں ہیں بلکہ فطرت کے ان اصولوں پر مبنی ہیں جن پر انسان کو پیدا کیا گیا۔ دراصل دین اسلام محض نظریہ نہیں ہے بلکہ ایک مکمل اور عملی نظام حیات ہے۔ اسلام کے لغوی معنی: لفظ اسلام کا مادہ س.ل.م ہے۔ قرآن میں یہ لفظ سین پر زبر اور زیر دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ ”سلم“ کے معنی امن، صلح اور سلامتی کے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا**۔ (الانفال: 61) ترجمہ: اور اگر وہ صلح کے لیے مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔ سین پر زبر کے ساتھ اس کے معنی ”اطاعت اور بندگی کرنا، جھکنا، سر تسلیم خم کرنا اور اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں دے دینا“ کے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْخُلُوا فِي السَّلَامِ كَافَّةً**۔ (البقرة: 208) ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں سارے کے سارے داخل ہو جاؤ۔

تمام انبیاء علیہ السلام نے دین اسلام کی دعوت دی۔ حضرت آدمؑ سے لیکر نبی اکرم ﷺ تک جو احکاماتِ الہی نازل ہوئے وہ سب دین کہلاتے ہیں اور اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ**۔ (آل عمران، 3: 19)

اس طرح دین کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا اس کی تکمیل نبی اکرم ﷺ پر ہوئی۔ گویا اسلام دینِ کامل ہے جو قیامت تک کے لیے آیا ہے اور خود قرآن اس کی گواہی دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا**۔ (المائدہ، 3: 5) ترجمہ: آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر یہ بیان فرما دیا ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین قابلِ قبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ**۔ (آل عمران 3: 85) ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔

اسلام کسی خاص قوم کا دین نہیں بلکہ عالمگیر دین ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل انبیاء علیہ السلام کو کسی خاص قوم یا علاقہ کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا مگر نبی اکرم ﷺ کو پوری دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا جیسا کہ آپؐ فرماتے ہیں: **وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَيُبْعَثُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً**۔ (البخاری، 335) ترجمہ: ہر نبی مخصوص طور پر اپنی ہی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا لیکن میں عمومی طور پر تمام انسانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اسی طرح اسلام کسی خاص جنس یعنی صرف انسانوں کا دین نہیں بلکہ جنوں کے لیے بھی یہی دین نازل کیا گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ کو سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی یہ حقیقت صریحاً بیان فرمائی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا** (سبا، 28: 34) ترجمہ: اور ہم نے آپؐ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

**قُلْ يٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا** (الاعراف: 158) کہہ دیں کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔

## لیکچر نمبر 1: مبادیاتِ اسلام-I (ماڈیول 2-2: عقائدِ اسلام (ایمانیات))

بنیادی طور پر دین کے تین شعبہ جات ہیں۔ ایمانیات، عبادات اور معاملات۔ ایمانیات کا تعلق عقائد سے ہے۔

عقیدہ کے لغوی معنی: عقائد جمع ہے عقیدہ کی۔ لفظ عقیدہ ع.ق. د یعنی عقد سے نکلا ہے۔ جس کے معنی مضبوط گرہ لگانا یا باندھنے کے ہیں۔

عقیدہ کے اصطلاحی معنی: عقائد سے مراد انسان کے وہ پختہ اور اٹل افکار و خیالات اور نظریات ہیں جن کی صداقت پر وہ مکمل یقین رکھتا ہے اور ان کو آسانی سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس بارے ایک معروف قول ہے: **ما عقد عليه القلب والضمير** ”وہ پختہ نظریات جن پر کسی کا دل اور ضمیر مطمئن ہو“۔ گویا زندگی اور کائنات سے متعلق انسان کے وہ بنیادی نظریات و خیالات جو اس کے قول و فعل اور اس کی انفرادی اور اجتماعی سرگرمیوں کو ایک متعین قاعدے اور ضابطے کا پابند رکھیں، عقائد کہلاتے ہیں۔ اسلام عقائد کو ایمانیات کا نام دیا جاتا ہے۔

اسلامی عقائد سے مراد اللہ، رسولوں، فرشتوں، یوم آخرت اور تقدیر پر پختہ یقین اور ایمان رکھنا ہے۔ عقیدہ کی مثال ایک بیج کی مانند ہے اور انسان کے اعمال اس بیج سے اگنے والا پودا یا درخت ہیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کوئی بھی پودا یا درخت انہی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے جو اس کے بیج میں پائی جاتی ہیں۔ اس لیے تمام اعمال کا دار و مدار عقائد پر ہے اور ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ انسان کو روزِ آخرت کچھ فائدہ نہ دیں گے پس عقیدہ انسان کی بہت قیمتی متاع یعنی سامان ہے۔ تمام افعال و اعمال ہمارے ارادے کے تابع ہوتے ہیں اور ارادہ انسان کے دل و دماغ کے تابع ہوتا ہے۔ پس دل و دماغ جس چیز پر پختہ یقین و ایمان رکھتے ہوں اعمال کا صدور بھی اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ پس عقیدہ ہی انسان کے تمام اعمال کی روح ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر 52) یعنی ”انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہو تو تمام بدن درست ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا اور وہ ٹکڑا دل ہے۔“

ایمانیات کا بنیادی ڈھانچہ قرآن و حدیث میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ (البقرہ، 177) ترجمہ: جو ایمان لایا اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر۔

معروف حدیث ”حدیثِ جبریل“ میں مبادیاتِ اسلام یعنی ایمانیات، عبادات اور معاملات کو ایمان اسلام اور احسان کے عنوان سے بہت خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایمانیات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔ ترجمہ: کہ تو ایمان لائے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی اور بری تقدیر پر کیوں کہ وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ (ترمذی، 2610)

عقیدہ توحید: عقائد میں سب سے اولین عقیدہ ”عقیدہ توحید“ ہے۔ لفظ توحید عربی زبان کے لفظ ”وحد“ سے نکلا ہے۔ جس کے لغوی معنی ایک ماننا، اکیلا سمجھنا اور یکتا ماننا کے ہیں۔ توحید کے شرعاً اصطلاحی معنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، عبادات اور افعال میں یکتا اور واحد ماننے کے ہیں۔ اگرچہ قرآن حکیم کی متعدد آیات بینات میں عقیدہ توحید پر دلائل و براہین قاطعہ موجود ہیں لیکن سب سے جامع تصور سورۃ الاخلاص میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ عقیدہ انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

عقیدہ توحید کے انسانی زندگی پر اثرات: انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے بے شمار اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

عزت نفس کا تحفظ: عقیدہ توحید کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی کیونکہ وہ صرف ایک اللہ کے سامنے جھکتا ہے اور ایک اللہ کی عبادت کی وجہ سے باوقار رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل، 17: 70) ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی

عاجزی و انکساری: جب انسان اللہ تعالیٰ کو بالادست اور معبود مان لیتا ہے تو اس کے اندر عاجزی اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر سے فخر اور تکبر کے منفی جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ الہی ہے: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (الفرقان، 25: 63) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔

اور اسی عاجزی کے نتیجے میں ہی انسانوں کے درمیان محبت کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔

اطمینان و سکون کا حصول: ایک اللہ پر ایمان رکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ وہ برے اور اچھے ہر قسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں ہے۔ اس کے علاوہ اس کو یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ قربت و حفظ خداوندی کا یہ احساس اس کو اطمینان اور سکون بخشتا ہے۔ فرمانِ الہی ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (الرعد، 28: 13) ترجمہ: خبردار اللہ کا ذکر ہی اطمینان قلب مہیا کرتا ہے۔

بہادری و ثبات قدمی: توحید پر ایمان رکھنے والا زندگی و موت اور نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور یقین انسان کو دشمنوں کے مقابل بے خوف اور جرأت مند بناتا ہے۔ مومن کی دعا ہمیشہ یہ ہوتی ہے: وَكَتَبْتُ أَقْدَامَنَا وَأَنْصَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (البقرہ، 250) ترجمہ: اور ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ اور کفار کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

**توکل:** عقیدہ توحید کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکل کرتا ہے۔ اپنی تمام کوششوں کے نتائج اللہ کی سپرد کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اسے حُب الہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ** (آل عمران، 159) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

برائیوں سے اجتناب: عقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والے کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس کی ہر حرکت اس کے علم میں ہے۔ اس احساس کو مد نظر رکھتے ہوئے وہ کھلے اور چھپے ہر قسم کے حالات میں برائیوں سے اجتناب کرتا ہے۔ جس کے نتیجے میں معاشرہ برے لوگوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ انسان کو برائیوں سے بچانہی توحید کا اصل کمال ہے۔

### لیکچر نمبر 1: مبادیات اسلام-I (ماڈیول 3-3: ملائکہ پر ایمان)

ملائکہ ”ملک“ سے مشتق ہے، اس کی جمع ملائکہ اور ملائک ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پیغام رساں اور قاصد کے ہیں۔ اصطلاحاً اس سے ملائکہ کی اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں۔ جن کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔ عام انسان انہیں دیکھ سکتے تاہم اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو انہیں دیکھنے کی خصوصیت عطا فرمائی۔ متکلمین ملائکہ کی تعریف یوں کرتے ہیں: **أَنَّ الْمَلَائِكَةَ أَجْسَامَ لَطِيفَةٍ نُّورَانِيَةٍ قَادِرَةٍ عَلَى التَّشَكُّلَاتِ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ**۔ یعنی ملائکہ وہ لطیف نورانی اجسام ہیں جو مختلف اشکال تبدیل کرنے پر قدرت رکھتے ہیں ماسوائے ناپاک جانوروں کے، جیسے کتا اور خنزیر وغیرہ۔

جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت جبرائیل نبیؑ کے پاس عام انسان کی شکل میں حاضر ہوتے تھے اور بعض اوقات کسی خاص انسان جیسے وحیہ کلبی کی شکل میں حاضر ہوتے تھے۔

ملائکہ کی تعداد بے شمار ہے۔ ان کی درست تعداد کے بارے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ البتہ بعض ملائکہ اپنے امور کی انجام دہی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ جیسا کہ چار مشہور فرشتوں جبرائیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل کے علاوہ ”رضوان“ جنت کے اور ”مالک“ جہنم کے نگران فرشتہ کے طور پر مشہور ہیں۔ ہمارے اعمال کو درج کرنے کے لیے ”کراماتین“ اور قبر میں انسان سے سوالات کرنے کے لیے ”منکر و نکیر“ معروف ملائکہ ہیں۔

ملائکہ معصوم یعنی گناہ سے پاک ہوتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ مومنین و صالحین کو ماسوائے چار مشہور ملائکہ کے سب پر برتری حاصل ہے۔ البتہ انبیائے کرام تمام ملائکہ سے افضل ہیں۔

ملائکہ کے اوصاف و ذمہ داریاں: ملائکہ پر اللہ تعالیٰ نے مختلف ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔ ملائکہ کائنات کے مختلف امور سر انجام دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ النازعات میں اللہ تعالیٰ ملائکہ کے مختلف امور کی انجام دہی کر ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا**۔ (النازعات، 5:79)۔ پھر (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتے ہیں

بعض ملائکہ کی ذمہ داری انسانوں کی روح قبض کرنا اور بعض کی انسانوں کی خطرات و حوادث سے حفاظت کرنا ہے۔ قول باری تعالیٰ ہے: **وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ**۔ (الانعام، 61:6)۔ ترجمہ: اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آپہنچتی ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اسے قبضہ میں لے لیتے اور وہ اپنا فرض ادا کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔

بعض ملائکہ کا فرض انسانوں کی مدد کرنا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض غزوات میں مسلمانوں کی مدد کے لیے ملائکہ کا نزول فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا**۔ (الاحزاب، 9:33) ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تمہارے اعمال دیکھتے تھے۔

بعض ملائکہ کے ذمہ ہمارے اعمال کا اندراج ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ كِرَامًا كَثِيرِينَ**۔ **يَعْلَمُونَ مَا تَعْمَلُونَ**۔ (الانفطار، 10:82)۔ ترجمہ: اور تم پر (تمہارے سب اعمال) یاد رکھنے والے، معزز لکھنے والے مقرر ہیں۔ جو تمہارے سب اعمال کو جانتے ہیں۔

### لیکچر نمبر 1: مبادیات اسلام-I (ماڈیول 4-4: کتب سماویہ پر ایمان)

کتبِ سماویہ سے مراد وہ کتابیں ہیں جو آسمان سے نازل ہوئیں۔ اصطلاحاً اس سے مراد وہ کتب ہیں جو انسانوں کی فلاح اور ہدایت و رہنمائی کے لیے خالق کائنات نے انبیائے کرام پر اتاریں تاکہ مخلوقِ خدا اس پر عمل کر کے اپنے خالق کی مرضی و منشا اور احکامات کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

مشہور کتبِ سماویہ چار ہیں۔ ان میں تورات موسیٰؑ پر، زبور حضرت داؤدؑ پر، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر اور قرآن مجید خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن کے علاوہ مذکورہ کتب کے مجموعے کو بائبل یا کتاب مقدس کہا جاتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں: ایک "عہد نامہ قدیم" اور دوسرا "عہد نامہ جدید" کہلاتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کے پہلے حصہ میں حضرت عیسیٰؑ سے قبل کے انبیاء پر نازل ہونے والی کتب اور خطوط ہیں۔ "عہد نامہ جدید" اس میں انجیل اربعہ یعنی مرقس، متی، لوقا اور یوحنا کی انجیل کے علاوہ رومیوں کے نام پطرس، یوحنا، یہوذا وغیرہ کے خطوط بھی ہیں۔ ان مشہور کتب کے علاوہ کچھ صحائف بھی نازل ہوئے ہیں جن کا ذکر ہمیں قرآن میں ملتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ - صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ (الاعلیٰ 87: 18-19) ترجمہ: مسلمانوں کے لیے سابقہ تمام کتب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ فرمانِ الہی ہے: وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (البقرہ 2: 4) ترجمہ: اور جو کتاب (اے محمد ﷺ) آپ پر نازل ہوئی اور جو کتابیں آپ سے پہلے (پیغمبروں پر) نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں۔**

قرآن مجید سے پہلے کی تمام الہامی کتب و صحائف چونکہ قرآن مجید کے نزول کے بعد منسوخ ہو چکے ہیں اس لیے اب صرف قرآن مجید ہی پر عمل کیا جائے گا۔ قرآن مجید متعدد امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔

**قرآن مجید کی امتیازی خصوصیات:** قرآن مجید کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

**محفوظ کتاب:** قرآن مجید چونکہ قیامت تک انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے دوسری الہامی کتب کے برعکس قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے: **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر، 15: 9) ترجمہ:** "بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں" یہی وجہ ہے کہ چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود قرآن مجید آج بھی اپنی اصل شکل میں محفوظ ہے جبکہ پچھلی الہامی کتابیں اپنی اصل شکل میں دستیاب نہیں ہیں۔ **زندہ زبان:** قرآن مجید جس زبان میں نازل ہوا وہ ایک زندہ زبان ہے۔ آج بھی بیس سے زیادہ ممالک کی سرکاری زبان عربی ہے اور دنیا کے تمام ممالک میں بولی اور پڑھی جاتی ہے۔ عربی کا شمار عالمی زبانوں میں ہوتا ہے۔

**عالمگیر کتاب:** پہلی الہامی کتابیں صرف خاص قوم اور علاقے تک محدود تھیں جبکہ قرآن مجید دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہے۔ یہ کتاب یا بیہا الناس (اے لوگو) کہہ کر خطاب کرتی ہے۔ اس کتاب کی تعلیمات تمام علاقوں اور تہذیبوں کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے: **إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (یوسف، 12: 104) ترجمہ:** یہ کتاب تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔

**مکمل ضابطہ حیات:** قرآن مجید انسانی زندگی کے انفرادی پہلو سے لے کر حکومتی معاملات چلانے تک انسانیت کی رہنمائی کے لیے مکمل ضابطہ حیات مہیا کرتا ہے۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی، قانونی، تعلیمی الغرض ہر میدان میں انسان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: کہ اگر میرے جوتے کا تسمہ گم ہو جائے تو میں اسے قرآن میں تلاش کرتا ہوں۔ یعنی صحابہ معمولی مسائل بھی قرآن کی مدد سے حل کرتے تھے۔

**کتاب اعجاز:** قرآن مجید آج اسلام کی حقانیت کی سب سے زندہ موجود دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو چیلنج کیا ہے کہ اس جیسی کوئی کتاب بلکہ ایک سورت ہی لا کر دکھاؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **فَاتَّبِعُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (البقرہ 2: 23) ترجمہ:** پس تم اس کی مثل ایک سورت لا کر دکھاؤ۔

عہد رسالت سے لیے کر آج تک ہر کوئی چیلنج کے سامنے عاجز ہے۔ اس کو نہ تو کوئی پورا کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کر سکے گا۔

**قابل حفظ:** سابقہ الہامی کتب کا کوئی حافظ بمشکل ہی موجود ہو گا۔ اس کے برعکس قرآن کے حافظ آج بھی دنیا میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ کوئی مذہبی کتاب اس طرح قابل حفظ نہیں ہے۔

**عقل و تہذیب کی مویذ کتاب:** یہ کتاب عقل و تہذیب کی تائید کرنے والی کتاب ہے۔ پہلی آسمانی کتب اور ان کے ساتھ تاریخی کتب میں تحریف کے سبب بہت سی ناشائستہ اور غیر اخلاقی باتیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ مثلاً پیغمبروں پر شرک و زنا جیسے الزامات وغیرہ جبکہ قرآن مجید ایک مہذب اور شائستہ کتاب ہے۔ جس میں عقل اور تہذیب کا باقاعدہ خیال رکھا گیا ہے اور انسان اس کو اپنی عقل کے قریب تر پاتا ہے۔

عام فہم اور قابل عمل: یہ بہت آسان کتاب ہے جو عام آدمی کی سمجھ کے عین مطابق ہے۔ اس کے علاوہ اس پر عمل کرنا بھی نہایت آسان ہے۔ یہ عقل سلیم کے بھی عین مطابق ہے۔ ہر انسان کو اس کی استطاعت کے مطابق عمل کی اجازت دیتی ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ (القمر 54: 17) ترجمہ: اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے۔  
آخری کتاب: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ، 5: 3) ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

### لیکچر نمبر 1: مبادیات اسلام-I (ماڈیول 5-5: انبیاء و رسول پر ایمان)

انبیاء نبی کی اور رسول رسول کی جمع ہے۔ نبی کے لغوی معنی ”خبر دینے والے“ اور رسول کے معنی ”پیغام دینے والے“ کے ہیں۔ یعنی اللہ کی طرف سے بندوں کو خبریں دینے والا نبی اور اللہ کا پیغام دوسروں تک پہنچانے والا رسول کہلاتا ہے۔ نبی اور رسول میں فرق کے اعتبار سے علماء کی مختلف آراء ہیں۔ بعض کے نزدیک عملی طور پر نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں جبکہ بعض کے نزدیک رسول وہ ہے جس پر کوئی صحیفہ یا کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہو یعنی جو بالکل نئی شریعت لے کر آئے اور اس سے قبل کسی نے یہ شریعت پیش نہ کی ہو۔ یا یہ بھی کہ شریعت بالکل نئی نہ ہو مگر جس پر قوم پر پیش کی جائے اُس قوم کے لیے وہ بالکل نئی ہو اور نبی سے مراد وہ ہے جس پر وحی کا نزول ہو، خواہ وہ نئی شریعت لے کر آیا ہو یا کسی قدیم شریعت ہی کا مبلغ ہو یا نبی وہ ہوتا ہے جس پر کوئی کتاب وغیرہ نازل نہ ہوئی ہو، مگر اس کو پچھلی شریعت کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو۔

کوئی انسان یہ طاقت اور رسائی نہیں رکھتا کہ اللہ سے براہ راست کلام کر سکے اور اس کا پیغام دوسروں تک پہنچائے۔ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ہی کچھ لوگوں کو منتخب فرمایا اور ان کو نبی یا رسول بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا كُنَّا لِنَشْهَدَ أَنْ يَكْلَمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَخِيَا أَوْ مِنْ وَرَآيَ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِي بِلَاذْنِهِ مَا يَشَاءُ (الشوریٰ 42: 51) ترجمہ: کسی انسان کا حق نہیں کہ اس سے اللہ کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج کر کہ وہ اس کے حکم سے القا کرے۔

انسان حواسِ خمسہ یعنی دیکھنا، سننا، چھونا، چکھنا اور محسوس کرنے کے ذریعے علم حاصل کرتا ہے مگر ایسے بہت سے معاملات ہیں جہاں تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ مثلاً ذاتِ باری تعالیٰ اور اخروی زندگی سے متعلق تمام امور کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ چنانچہ ایسے امور کے متعلق رہنمائی ہمیں انبیاء سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بعثت کے مقاصد و حکمتوں کو قرآن میں جابجا بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء، 64) ترجمہ: اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

وَمَا يُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ (الانعام 6: 48) ترجمہ: اور ہم انبیاء کو صرف اس لیے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں۔  
اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسول کی اطاعت کو لازم بلکہ اپنی اطاعت کے ساتھ مشروط قرار دیا اور اسی میں نوعِ انسانی کی فلاح و کامیابی مضمر ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (الاحزاب 33: 71) ترجمہ: اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانا اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔  
مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء 4: 80) ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

انبیاء و رسول کی خصوصیات: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو عام انسانوں مقابلہ میں بعض خصوصیات سے نوازا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات درج ذیل ہیں:  
بشریت: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے ہمیشہ کسی انسان کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ (الکہف 18: 110)۔  
ترجمہ: کہہ دیجیے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں۔

کیوں کہ انسانوں نے انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنی ہوتی ہے اس لیے انسانوں کو ہی پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔  
وہیت: رسالت و نبوت کوئی ایسی چیز نہیں جس کو انسان اپنی محنت سے حاصل کر سکے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور اسے اللہ نے اپنا فضل قرار دیا ہے:  
ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (الجمعة 62: 4)۔ ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: **اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ** (الانعام 6: 124) ترجمہ: اللہ بہتر جانتا ہے کہ منصب رسالت کس کو دیا جائے۔  
گویا رسالت وہی چیز ہے کسی نہیں۔ اس لیے کوئی آدمی محنت سے نبی نہیں بن سکتا۔

**معصومیت:** تمام انبیاء اور رسول معصوم ہوتے ہیں۔ ان کے قول و فعل میں شیطان دخل اندازی نہیں کر سکتا اور نہ نفسانی خواہشات پیغمبر کو غلطی پر آمادہ کر سکتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: **وَمَا يَطْلُقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنَّهُ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ** (النجم 53: 3-4)

ترجمہ: اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ (قرآن) تو حکم خدا ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔

مرد ہونا: اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے ہیں وہ سب کے سب مرد تھے۔ آج تک کوئی عورت بطور پیغمبر مبعوث نہیں ہوئی۔ ارشاد ربانی ہے:

**وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ** (یوسف، 109) ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے بستیوں والوں میں سے مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے۔

**واجب اطاعت:** تمام انبیاء کی اطاعت انسانوں پر فرض ہے کیوں کہ رسول کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہی ہوتی ہے۔ پیغمبر اللہ کی کتاب کا شارح اور امت کے لیے نمونہ ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ** (النساء: 4: 64)۔

ترجمہ: اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔

**امانت و دیانت:** تمام پیغمبر امانت و دیانت کے حامل ہوتے ہیں اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے اپنی قوم میں بلند ترین مقام پر ہوتے ہیں۔ کسی غیر امین (اخلاقی اعتبار سے پست انسان) کو آج تک پیغمبر نہیں بنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کی زبانی امانت کا اعلان کروایا۔

**إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ** (الشعراء 26: 107)۔ ترجمہ: بے شک میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔

یہی وجہ تھی کہ مختلف اقوام نے اپنے پیغمبروں کی دعوت کا تو انکار کیا لیکن ان کے کردار پر انگلی نہ اٹھا سکے۔

**رسالت محمدی ﷺ کی خصوصیات:** حضرت محمد ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر دین اسلام کو مکمل کر دیا ہے مزید یہ کہ آپ ﷺ کی تعلیمات میں تمام انبیاء کی تعلیمات کو شامل کر دیا گیا ہے اس لیے اب آپ ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء پر ایمان لانا تو ضروری ہے مگر کامیابی کے لیے اطاعت صرف آپ ﷺ کی ہی لازم ہے۔ رسالت محمدی ﷺ کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

**مکمل دین:** آپ ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے تھے وہ ایک خاص قوم، زمانے اور علاقے کے لیے آئے تھے اس لیے ان کی تعلیمات کا مجموعہ مختصر تھا جب کہ آپ ﷺ کی تعلیمات ہر زمانے، ہر ملک اور ساری انسانیت کے لیے ہیں۔ اسی لیے آپ ﷺ جو دین و شریعت لے کر آئے وہ ہر پہلو سے کامل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا** (المائدہ 3: 5) ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

**سنت نبوی ﷺ کی حفاظت:** اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ اس طرح محفوظ فرمائی کہ تاریخ انسانی میں کسی نبی کسی بادشاہ، کسی فاتح اور کسی قائد کی زندگی اس طرح محفوظ نہیں رکھی گئی۔ یہ حفاظت خداوند کریم نے اسی انداز میں فرمائی ہے، جس انداز میں قرآن حکیم کی حفاظت کی گئی ہے۔

سنت چوں کہ قرآن مجید کی شرح ہے اس لیے قرآن مجید کی حفاظت کے ساتھ ساتھ سنت کی حفاظت کا بھی انتظام کیا گیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **مَنْ يُطِيعِ**

**الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ** (النساء: 4: 80) ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

**عملیت:** آپ ﷺ کی رسالت کا ایک اہم پہلو اس کی عملیت ہے۔ بے شمار فلسفی اور مفکر ایسے گزرے ہیں جنہوں نے لوگوں کے سامنے اپنے نظریات پیش تو کیے لیکن ان کو عملی جامہ نہیں پہنایا۔ اور فی الحقیقت یہی سب سے مشکل کام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اسلامی نظریہ پر عمل کر کے اس کو انسانوں کے لیے عملی نمونہ بنادیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی زندگی کو تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي**

**رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ** (الاحزاب 33: 21) ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

ختم نبوت: آپ ﷺ کی ایک امتیازی خصوصیت آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا بھی ہے۔ یہ ایک اہم اسلامی عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قرآن مجید، احادیث اور اجماع امت تینوں سے ختم نبوت ثابت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ** (الاحزاب 33: 40) ترجمہ: ”لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔“

رسالت محمدی ﷺ پر ایمان کے تقاضے: قرآن کریم میں نبی اکرم ﷺ پر ایمان کے کئی تقاضے بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** [الاعراف 7: 157] ترجمہ: ”جو لوگ ان (نبی ﷺ) پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی، اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی کامیاب ہیں۔“

• نبی کی تعظیم کا سب سے اولین تقاضا یہ ہے کہ آپ پر ایمان لایا جائے۔ دوسرا یہ کہ آپ کی عزت و احترام اور ادب و تکریم کی جائے۔ تیسرا تقاضا نصرت دین ہے یعنی آپ نے جو دین پیش کیا، اُس دین کی سر بلندی کے لیے آپ کی مدد کرنا۔ چوتھا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جو نور نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کی جائے یہاں پر نور سے مراد قرآن پاک ہے، یعنی قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

### لیکچر نمبر 1: مبادیات اسلام-I (ماڈیول 6-6: آخرت پر ایمان)

اسلام کے بنیادی عقائد میں پانچواں عقیدہ آخرت پر ایمان ہے۔

لغوی معنی: آخرت کے لغوی معنی بعد میں آنے یا آخر میں آنے والی چیز کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: آخرت کے عقیدے پر ایمان لانے کا مطلب اس حقیقت پر سچے دل سے یقین رکھنا ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ دنیا کی موجودہ زندگی کے بعد انسانوں کو ایک دوسری زندگی دی جائے گی، اور ہر انسان اپنے اعمال کی جزایا سزا پائے گا۔

اسلام میں آخرت کا تصور: اخروی زندگی در حقیقت موت کے بعد شروع ہو جاتی ہے اور وقوع قیامت تک انسان مرنے کے بعد برزخی زندگی یعنی عالم برزخ کی زندگی گزارتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اخروی زندگی کے بارے میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

وقوع قیامت وبعث بعد الموت: اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں امتحان اور آزمائش کے لیے پیدا کیا ہے۔ دنیا کی موجودہ زندگی عارضی ہے۔ ایک دن یہ کائنات اور اس کی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ اس دن کا نام قیامت ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس کے نتیجے میں قیامت قائم ہو جائے گی اور ساری کائنات ختم ہو جائے گی۔ اس کا مطلب ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں پر فطاری ہو جائے گی اور زمین و آسمان کو لپیٹ دیا جائے گا۔ اس کے بعد پھر صور پھونکا جائے گا جس حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کے تمام انسان دوبارہ زندہ کر دیئے جائیں گے اور سب انسان اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے۔ اسے یوم حشر کہتے ہیں۔

اعمال پر جزا و سزا: میزان قائم کیا جائے گا اور ہر ایک کے اعمال کے صلے میں اس کے لیے جنت یا دوزخ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

آخرت کے وقوع پذیر ہونے پر دلائل: آخرت کی زندگی ایک حقیقت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کی زندگی کی حقیقت یوں بیان کیا ہے: **كَيْفَ نَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أََمْوَانًا فَأَخَذْنَاكُمْ مُّثَمِّمِينَ ۖ ثُمَّ يُخَيِّمُكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** (البقرة 2: 28) ترجمہ: ”تم خدا سے کیوں کر منکر ہو سکتے ہو جس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: **وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ** (الحج 22: 7) ترجمہ: ”اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ اور یہ کہ خدا سب لوگوں کو جو قبروں میں ہیں جلا اٹھائے گا۔“

مشرکین و کفار کے لیے یہ بات تعجب خیز تھی کہ انسان کے مرنے کے بعد جب اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، تو دوبارہ کیسے زندہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس شک کو یوں بیان فرمایا ہے: **مَنْ يُحْيِ الْعِظَمَ وَهِيَ رَمِيمٌ** (یس 36: 78) ترجمہ: ”بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا جواب ان الفاظ میں بیان کیا ہے: **قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ**“ ترجمہ: ”کہہ دو انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب کچھ بنانا جانتا ہے۔“

انسانی عقل بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ کسی کام کا پہلی مرتبہ کرنا مشکل ہوتا ہے جب کہ دوسری مرتبہ اس کو سرانجام دینا آسان ہے۔ لہذا خالق کائنات کے لیے موجودہ نظام کو ختم کر کے اس کی جگہ ایک نیا نظام قائم کرنا نہایت آسان ہے۔

عقیدہ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات: عقیدہ آخرت کے انسانی زندگی پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

1- اللہ تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی: عقیدہ آخرت پر ایمان انسان کا تعلق اپنے خالق کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔ اللہ سے ملاقات کا شوق اور اس کی رضا کے حصول کی تمنا اسے نیکیوں کے قریب اور برائیوں سے دور رکھتی ہے اور یہی اصل تقویٰ ہے۔ انسان کا دل ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی نارااضی کے خوف سے لرزاں اور اس کی محبت کی آرزو کے تصور سے معمور ہوتا ہے۔ اس سے انسان کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ آخرت میں دو جنتوں کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ ارشاد باری ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ (الرحمن 55: 46) ترجمہ: اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں۔

2- احساس ذمہ داری: تصور آخرت انسان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے۔ موت کے بعد حساب کتاب کا خیال اس کو فرائض کی ادائیگی کے لیے مستعد اور کوتاہیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا یہ رویہ اسے ذاتی اعتبار سے محکم کردار کا حامل بنا دیتا ہے جو معاشرے کے استحکام کا ذریعہ بنتا ہے۔ ارشاد باری ہے: الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْسَرُ الْعَمَلِ (الملك: 2) ترجمہ: اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔

3- بہادری و بے خوفی: انسان کا آخرت پر یقین ہو تو وہ موت سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ موت سے بے نیازی انسان کو بہادر بنا دیتی ہے۔ بہادر آدمی ہی اچھائی کے لیے کام کر سکتا ہے۔ اس طرح کا انسان لوگوں کی جان، مال اور عزت کا محافظ بن جاتا ہے۔ وہ بے خوف میدان جنگ میں موت کے ساتھ ہم آغوش ہونے کے جذبے سے سرشار رہتا ہے۔ مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد کی چنگاریاں عقیدہ آخرت کی بدولت ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”موت مومن کے لیے تحفہ ہے۔“

حقوق کی ادائیگی: دنیا میں حقوق کی ادائیگی سے ہی معاملات بہتر طور پر چلتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھنے والوں کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا تصور بے چین رکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”اگر دریائے فرات کے کنارے بکری کا بچہ بھی بھوکا مر گیا تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔“ کسی بھی معاشرے کی ترقی اور بقا کا انحصار ادائیگی حقوق پر ہے۔

مضبوطی کردار: انسان جب خوف خدا رکھتا ہے تو اس کے کردار میں برائیوں کا تناسب کم ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اچھائی کی صحبت میں آتا چلا جاتا ہے۔ وہ جھوٹ، زنا، چوری، ڈاکہ، رزق حرام، رشوت جیسے فتنہ جراثیم سے بچتا ہے۔ حتیٰ کہ گناہ کبیرہ سے بھی اجتناب کرتا ہے۔ جب وہ مضبوط کردار کا حامل ہو جاتا ہے تو وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا بلکہ برے عناصر اس سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ افراد کے کردار کی مضبوطی ہی کسی معاشرے کے تحفظ و ترقی کی ضامن ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَفْتٰهُمْ اَنْ تَنْزِلُ عَلٰیهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حم السجده 41: 30) ترجمہ: ”بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر اللہ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔“



## لیکچر نمبر 2: مبادیاتِ اسلام-II (ماڈیول 7: اسلام کا تصورِ عبادت)

- عبادت عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ عبد سے بنا ہے۔ عبد کے معنی بندے کے ہیں یعنی عبادت کے معنی ”بندگی“ کے ہیں۔ عبد کے معنی لغت میں ”عاجزی اور انکساری“ کے بھی ہیں۔ اصطلاحاً ”عبادت صرف ایسے فعل کا نام ہے جو کسی کی نسبت معبود ہونے کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کے لیے تعظیم اور عاجزی کے اظہار کی خاطر صادر ہو۔“
- دین اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اہم عبادات ہیں۔ ایک حدیث میں ان عبادات کو اسلام کا بنیادی ستون قرار دیا گیا جن پر دین اسلام کی عمارت استوار ہے: **بَنِيَ الْإِسْلَامَ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ** [بخاری: 8] ترجمہ: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے؛ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ نماز ادا کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

- تمام مساوی اور الوہی مذاہب اپنا تصورِ عبادت پیش کرتے ہیں مگر تمام مذاہب کی عبادات جگہ اور وقت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جیسے مسیحی گر جاگھروں میں، سکھ گردواروں میں، یہودی سینا گگ میں اور ہندو مندروں میں عبادت کرتے ہیں۔ جبکہ اسلام کا تصورِ عبادت بہت وسیع اور جامع ہے۔ مسلمانوں کے لیے پوری زمین کو عبادت گاہ قرار دیا گیا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جیسی عبادات نے اس کو تصور کو جامعیت بخشی۔ ثواب کے اعتبار سے بہت سے دیگر امور کی ادائیگی کو بھی عبادت میں شمار کیا ہے مثلاً رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، کسبِ رزقِ حلال، سچ بولنا، جھوٹ، غیبت اور چغلی اور فحش گوئی سے بچنا بھی عبادت ہے۔ یہاں تک کہ مسلمان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کا اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، کھانا، پینا بھی شریعت کے عین مطابق ہونے کے سبب عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

- بعض مذاہب جیسے بدھ مت وغیرہ میں رہبانیت کا تصور موجود ہے۔ رہبانیت سے مراد دنیاوی زندگی سے بے رغبتی اور کنارہ کشی ہے۔ اصطلاحاً خانگی زندگی اور دیگر دنیاوی امور سے کنارہ کشی کرتے ہوئے جنگلوں اور ویرانوں کی تنہائی میں کثرتِ عبادت بلکہ نفس کشی کے ذریعے حق کی جستجو کرنا رہبانیت ہے۔ اسلام کے تصورِ عبادت میں رہبانیت کے اختیار کرنے کی مذمت کی گئی ہے اس کے برعکس ایسے شخص کو پسند کیا گیا ہے جو دنیا میں رہ کر اپنے معمولات کو اللہ کی خوشنودی کے حصول میں گزارتا ہے۔
- ایک مرتبہ تین صحابہؓ نے نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے آپ ﷺ کی عبادت کے معمولات پوچھے۔ جب انہیں حضور اکرم ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا آنحضرت ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی نانہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے ان سے پوچھا کیا تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں (رات میں) اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔

## لیکچر نمبر 2: مبادیاتِ اسلام-II (ماڈیول 8: نماز)

- نماز فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ”جھکنے“ کے ہیں۔ عربی زبان میں نماز کو ”صلوٰۃ“ کہتے ہیں جس کے لغوی معنی ”دعا کرنا“ کے ہیں۔ قرآن وحدیث میں بھی نماز کے لیے ”صلوٰۃ“ کا لفظ ہی آیا ہے۔

- نماز کی اہمیت: نماز دین اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اہم ترین رکن نماز ہے۔ فرضیتِ نماز: معراج کے موقع پر نماز فرض کی گئی۔ نماز اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت ہے جس کی رخصت انسان کو کسی بھی صورت میں نہیں ہے اور اس کو ہر مسلمان مرد اور عورت پر مقررہ اوقات میں ادا کرنا لازم قرار دیا گیا۔

- جامع العبادات: نماز دین اسلام کا وہ رکن ہے جس میں بہت سی عبادات شامل ہیں، جیسے ذکرِ الہی، تلاوتِ قرآن، قیام، رکوع، سجدہ، دعا، تسبیح اور تکبیر وغیرہ۔ اسی طرح نماز بہت سی عبادات پر محیط ہے۔

- کثرتِ تاکید: اسلامی عبادات میں سے نماز ایسی عبادت ہے جس کو ادا کرنے کی تاکید بہت کثرت سے ملتی ہے یہاں تک سینکڑوں کی تعداد میں احادیث میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔

اسلام اور کفر میں حد فاصل: مسلمان اور کافر کی پہچان کی بنیاد نماز کو بنایا گیا ہے۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے:

بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ " (سنن ابی داؤد: حدیث 4678) ترجمہ: بندے اور کفر کے درمیان حد فاصل نماز کا ترک کرنا ہے۔

نماز ہر حال میں فرض ہے: زکوٰۃ اور حج مالد اوروں پر فرض ہے۔ روزہ کی ادائیگی میں مسافر اور بیمار وغیرہ کو رخصت عطا کی گئی ہے۔ مگر نماز مسلمان پر ہر حال میں فرض کی گئی ہے: اِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (النساء: 103) ترجمہ: "بے شک نماز کا مومنوں پر اوقات (مقررہ) میں ادا کرنا فرض ہے۔"

آخری نصیحت رسول اکرمؐ: نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے جو آخری نصیحت فرمائی اس میں بھی غلاموں کے خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ نماز کی ادائیگی کا ذکر کیا ہے: الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (سنن ابن ماجہ: حدیث 1625) ترجمہ: نماز اور اپنے غلاموں کا خیال رکھنا

روز قیامت اولین حساب: قیامت کے دن حقوق اللہ کے ضمن میں سب سے پہلا حساب نماز کا لیا جائے گا۔ نبی اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهِ صَلَاتُهُ اِنْ صَلَحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ (ترمذی، 413) ترجمہ: قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے اس کی نماز کا محاسبہ ہوگا، اگر وہ ٹھیک رہی تو کامیاب ہو گیا، اور اگر وہ خراب نکلی تو وہ ناکام اور نامراد رہا۔

بے نمازی دوزخی ہے: قرآن مجید میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ بے نمازی جنت میں جانے کے بجائے دوزخ میں جائیں گے۔ ارشاد ربانی ہے: مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ (المذثر، 74: 43-44) ترجمہ: "تم دوزخ میں کیوں پڑے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔"

نماز میں غفلت باعث زوال: قوموں میں زوال کی ایک وجہ نماز کی ادائیگی میں غفلت کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا (مریم: 59) ترجمہ: پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے پھر عنقریب گمراہی کی سزائیں گے۔

نماز کے فوائد اور اثرات: نماز انسان کی روح کی غذا اور اس کے اطمینان قلب کا ذریعہ ہے۔ اس کے بے شمار فوائد و ثمرات ہیں جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

- نماز اللہ کی مدد کے حصول کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَقَالَ اللَّهُ اِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ (المائدہ 5: 12) ترجمہ: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز پڑھتے رہو گے۔
  - نماز چنگانہ کی ادائیگی انسان کو برے کاموں اور گناہوں سے بچاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (العنکبوت 29: 45) ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔
  - نماز کی ادائیگی انسان کو وقت کو وقت کا پابند بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جب انسان سختی سے نماز کی ادائیگی کو اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے تو پھر اس کی زندگی کے باقی روز و شب بھی منظم ہو جاتے ہیں۔
  - نماز سے مساوات کا سبق بھی ملتا ہے۔ نماز کی صف میں حاکم و محکوم، امیر و غریب سب ایک ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں بلکہ جو پہلے آتا ہے وہ امام کے سب سے قریب ہوتا ہے۔ سب فاصلے مٹ جاتے ہیں۔
  - نماز مسلمانوں کے اندر اخوت اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔ جو معاشرتی ترقی میں ایک اہم اور بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔
- الغرض نماز میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار اسرار و رموز رکھے ہوئے ہیں۔ یہ مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا مکمل اور بھرپور ذریعہ ہے نماز کہنے کو تو ایک عبادت ہے لیکن اس میں سیرت سازی اور معاشرہ کی اسلامی تشکیل کا پورا پورا نظام موجود ہے۔

## لیکچر نمبر 2: مبادیات اسلام-II (ماڈیول 9: زکوٰۃ)

- زکوٰۃ لفظ زکیٰ سے مشتق ہے۔ جس کے لغوی معنی پھلنا، پھولنا، بڑھنا، زیادہ ہونا اور پاک صاف ہونا کے ہیں۔ شریعت میں زکوٰۃ سے مراد "ہر صاحب نصاب مسلمان کا سال میں ایک مرتبہ اپنے مال کا مقررہ حصہ (اڑھائی فی صد) اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا ہے۔" یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر نقدی ہو یا اتنی ہی مالیت کا سامان تجارت موجود ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس مال کا اڑھائی فی صد بطور زکوٰۃ ادا کرنا ہر عاقل، بالغ اور آزاد مسلمان پر فرض ہے۔
- زکوٰۃ کی ابتدائی فرضیت 2 ہجری میں ہوئی مگر 9 ہجری میں یہ مکمل تقاصیل کے ساتھ نافذ ہوئی۔

زکوٰۃ سونے چاندی، مال تجارت، نقدی، مویشیوں اور زرعی فصلوں پر ادا کی جاتی ہے۔ تاہم ان سب پر شرح زکوٰۃ مختلف ہے۔ فصلوں اور پھلوں پر عائد ہونے والی زکوٰۃ کو ”عشر“ کہتے ہیں۔ عشر کے معنی دسویں کے ہیں۔ جو باغات اور فصلیں بارانی پانی سے سیراب ہوں تو اس کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ دیا جائے گا اور وہ زمین جس میں چابی پانی یعنی کنویں یا تالاب اور نہر وغیرہ سے آب پاشی کی جائے یا ایسے ذریعے سے کی جائے جس پر کوئی لاگت آئے تو اس پر بیسواں حصہ (نصف عشر) ہے۔ زکوٰۃ کی اہمیت: قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں زکوٰۃ کی اہمیت و فضیلت کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ارکان اسلام میں نماز کے بعد دوسرا اہم ترین رکن زکوٰۃ ہے۔ قرآن حکیم میں بیاسی (82) مقامات ایسے ہیں جہاں نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم یکجا وارد ہوا ہے۔

منکرین زکوٰۃ کے خلاف خلیفہ اول کا جہاد: زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت ہے جو حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد سے بھی تعلق رکھتی ہے۔ شریعت مطہرہ میں زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد سر زمین عرب میں ہر طرف فتنے سر اٹھانے لگے اور اسلامی ریاست کو نازک ترین صورت حال اور بحران کا سامنا کرنا پڑا تو اپنی سنگینی کے اعتبار سے سب سے بڑا چیلنج منکرین زکوٰۃ کا تھا۔ اسلامی تاریخ کے اس انتہائی نازک لمحے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال جرات ایمانی سے اکثر صحابہ کے مشوروں کے علی الرغم اس بات کا اعلان کیا کہ جو کوئی نماز اور زکوٰۃ میں کسی قسم کی تفریق اور امتیاز کرے گا میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے باغیوں کے خلاف کھلم کھلا جہاد کیا اور ان کی تلوار اس وقت تک نیام میں نہ آئی جب تک منکرین زکوٰۃ کی برپا کی ہوئی شورش پوری طرح ختم نہ ہو گئی۔

تزکیہ نفس: زکوٰۃ انسان کے دل کو مال کے لالچ سے پاک کر دیتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا** (التوبہ: 103) ترجمہ: (اے نبی ﷺ!) ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کر لو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو۔“ آج بھی ادائیگی زکوٰۃ تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ تزکیہ نفس کا سب سے بہتر ذریعہ مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر سزا: اللہ تعالیٰ نے جہاں زکوٰۃ کی ادائیگی پر انعام کی بشارت دی ہے وہاں عدم ادائیگی پر عذاب عظیم کی وعید بھی سنائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ يَوْمَ يُخَوِّضُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ نَارٍ جَهَنَّمَ فَيُكْوِي بِهَا جِبَاهَهُمْ وَجُنُوبَهُمْ وَظُهُورَهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ** (التوبہ: 34-35) ترجمہ: ”اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو اس دن عذاب الیم کی خبر سنادو۔“ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان (جہنمیوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) کہ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔“

زکوٰۃ کے مصارف: زکوٰۃ کے مصارف کا تعین قرآن مجید کی اس آیت میں کیا گیا ہے: **إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلَاتِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَرَامِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَآئِنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ** (التوبہ: 60) ترجمہ: ”صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں زکوٰۃ کے درج ذیل لوگ مصارف بیان کیے گئے ہیں:

- 1- فقیر: غریب مفلس۔ جن کے پاس اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے مطلوبہ آمدنی نہیں ہوتی۔
- 2- المساکین: جو ذرا کچھ نہ ہونے کی وجہ سے نہ کما سکیں، بے روزگار وغیرہ۔ یہ لوگ دراصل بنیادی ضرورتوں سے محروم ہوتے ہیں۔
- 3- العالمین علیہا: زکوٰۃ کے محکمہ کے ملازم یا زکوٰۃ کا نظام چلانے والے لوگ۔
- 4- المولاتہ القلوب: جن کو اسلام کی طرف مائل کرنے یا اسلام پر قائم رکھنے کے لیے زکوٰۃ سے حصہ دیا جائے۔
- 5- وفی الرقاب: غلاموں اور قیدیوں کی رہائی کے لیے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔
- 6- الغارمین: وہ لوگ جو مقروض ہیں اور وہ قرض اتارنے پر قادر نہ ہوں تو ان قرض ادا کرنے کے لیے بھی زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے۔
- 7- فی سبیل اللہ: دفاع، تبلیغ، قیام دین و حق کی راہ میں۔

8۔ وابن السبیل: مسافروں کی راستے میں جیب کٹ جائے یا روپے کھو جائیں یا کسی اور وجہ سے وہ مشکل میں ہوں تو ان کی زکوٰۃ سے مدد کی جاسکتی ہے۔  
 زکوٰۃ کے حقدار مسکین اور فقیر میں فرق: فقیر ایسے شخص کو کہتے ہیں جو کچھ نہ کچھ مال و اسباب رکھتا ہو مگر وہ اس کی ضروریات زندگی کے لیے ناکافی ہو۔ (اگر گرد و پیش میں نظر دوڑائی جائے تو ایسے افراد کی کثرت نظر آئے گی کہ معمولی ملازمت یا چھوٹے پیمانے کے کاروبار تو کرتے ہیں مگر ان کی آمدن گھریلو اخراجات پورت کرنے میں ناکافی ہوتی ہے۔ سفید پوشی کی وجہ سے ایسے افراد دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلا نا گوارا نہیں کرتے۔ یہ لوگ زکوٰۃ کے مستحقین میں آتے ہیں) مسکین ایسا شخص ہے جس کے پاس بنیادی ضروریات زندگی بھی میسر نہ ہوں۔ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں ایسے افراد کی بھی کمی نہیں ہے۔

### لیکچر نمبر 2: مبادیات اسلام-II (ماڈیول 10: روزہ)

روزہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں اسے "الصوم" کہتے ہیں۔ جس کے لغوی معنی ہیں: "رک جانا، باز آنا" اصطلاح شریعت میں اس سے مراد ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے باز رہنا۔ چونکہ روزے کی حالت میں انسان صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے باز رہتا ہے۔ اس لیے اسے "صوم" کا نام دیا گیا ہے۔ روزے ہجرت مدینہ کے ڈیڑھ سال بعد 10 شعبان 2 ہجری میں فرض ہوئے۔

- روزہ دین اسلام کا تیسرا بنیادی رکن ہے۔ روزہ رکھنا تمام عاقل بالغ مسلمانوں پر فرض ہے۔ ارشاد ربانی ہے:  
 فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ [البقرة: 2: 185] "جو کوئی تم میں سے اس مہینے (رمضان) میں موجود ہو چاہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔"  
 البتہ بیماروں، مسافروں اور زیادہ بوڑھے افراد کو اسلام نے روزہ چھوڑنے کی اجازت دی ہے: اَيُّمَا مَعْدُوذٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَكَامٍ أُخِّرَ وَ عَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ فَمَنْ تَصَلَّحَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ [البقرة: 2: 184] ترجمہ: "(یہ) گنتی کے چند دن (ہیں)، پس اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں (کے روزوں) سے گنتی پوری کر لے، اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو ان کے ذمے ایک مسکین کے کھانے کا بدلہ ہے، پھر جو کوئی اپنی خوشی سے (زیادہ) نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے، اور اگر تم علم رکھتے ہو تو جان لو کہ روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔"

- روزے کا مقصد انسان میں تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا کرنا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ [البقرة: 2: 183] "اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"
- روزہ بہت اہمیت کا حامل ہے اس لیے اس کو ترک کرنے کا نقصان بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَغْفِرْ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ [جامع الترمذی: 723] ترجمہ: "جس شخص نے کسی (شرعی) عذر اور مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا، وہ عمر بھر روزے رکھ کر بھی اس کی تلافی نہیں کر سکتا۔"

روزے کے فوائد و اثرات: 1۔ یہ ایک ماہ، بدی سے اجتناب اور نیکی کرنے کی ٹریننگ ہے۔ 2۔ روزہ مشقت برداشت کرنے کا عادی بناتا ہے۔

3۔ لوگوں کے دکھوں اور پریشانیوں کا احساس پیدا کرتا ہے۔ 4۔ روزہ پابندیء وقت سکھاتا ہے۔

5۔ روزہ انسان کو روحانی طور پر مضبوط بناتا ہے اور یہ روحانی مضبوطی ہی ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے۔

### لیکچر نمبر 2: مبادیات اسلام-II (ماڈیول 11: حج)

- حج کے لغوی معنی "کسی جگہ کی زیارت کا ارادہ کرنا" ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں ذوالحجہ کے مخصوص ایام میں خانہ کعبہ میں حاضری دینا اور مناسک حج ادا کرنا، حج کہلاتا ہے۔
- حج اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ یہ 9 ہجری میں فرض ہوا: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا [آل عمران 3: 97] ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

- حج سنت ابراہیمی ہے۔ یہ پہلی امتوں پر بھی فرض رہا ہے: وَ اِذْنٌ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ۔ (الحج: 2۷)  
 "اور تم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو وہ تمہارے پاس پیدل اور تمام دبلے اونٹوں پر (سوار) حاضر ہو جائیں گے جو دور دراز کے راستوں سے آتے ہیں۔"

**حج کی اقسام:** حج کی تین قسمیں ہیں: 1- حج تمتع: جس میں عمرے کی نیت سے احرام باندھا جائے اور عمرہ کے بعد کھول دیا جائے۔ پھر بعد میں حج کا احرام باندھا جائے۔ 2-

حج قرآن: یہ وہ حج ہے جس میں عمرہ اور حج ایک ہی احرام سے کیا جاتا ہے۔ 3- حج افراد: جس میں صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے۔

**مناسک حج:** مناسک حج سے مراد وہ افعال ہیں جو ایام حج کے دوران میں بطور ارکان حج ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- **احرام باندھنا:** مکہ سے کچھ فاصلے پر متعین مقامات (جو میقات کہلاتے ہیں) پر، حج اور عمرہ کا لباس (احرام) جو دو آن سلی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے پہن لیا جاتا ہے۔ اسے احرام باندھنا کہتے ہیں۔ احرام باندھنا حج کی لازمی شرائط میں سے ہے۔ البتہ عورتوں کے لیے حالت احرام میں کسی مخصوص کپڑے کی پابندی نہیں، وہ احرام میں سلعے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہیں

2- **تلبیہ:** احرام باندھنے کے بعد حاجی کثرت سے تلبیہ پکارتے ہیں: **لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ، لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ**

3- **صفاء مردہ کی سقی:** صفاء مردہ نامی دو پہاڑیوں کے ساتھ چکر لگانے کی سعی کہتے ہیں۔ یہ حضرت ہاجرہؓ کی سنت کی اتباع میں ہے۔

4- **منیٰ میں قیام:** ذوالحجہ کی 8 تاریخ کو منیٰ میں ایک دن اور رات کا قیام کیا جاتا ہے۔

5- **وقوف عرفات:** جبل رحمت کے پاس ایک میدان میں حجاج 9 ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک قیام کرتے ہیں اور دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہیں خطبہ حج ہوتا ہے۔

6- **وقوف مزدلفہ:** ذوالحجہ کی 9 اور 10 تاریخ کی درمیانی رات مزدلفہ میں گزاری جاتی ہے۔

7- **جمرات کو کنکریاں مارنا:** منیٰ کے میدان میں پتھر کے تین ستون ہیں جنہیں جمرات کہا جاتا ہے۔ حاجی انہیں کنکریاں مارتے ہیں۔ یہ کنکریاں مارنا حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے۔ جب وہ حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کے لیے لے جا رہے تھے تو شیطان نے تین جگہ انہیں بہکانے کی کوشش کی تھی اور حضرت ابراہیمؑ نے انہیں تینوں مرتبہ کنکریاں اٹھا کے ماری تھیں۔

8- **قربانی:** 10 ذوالحجہ کو عید الاضحیٰ کے دن حجاج کرام منیٰ میں قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کے بعد حجامت کروائی جاتی ہے اور احرام کھول دیتے ہیں۔

9- **طواف افاضہ یا طواف زیارت:** یہ حج کا اہم رکن ہے جس کے بغیر حج پورا نہیں ہوتا۔ یہ 10 ذوالحجہ کی صبح صادق سے 12 ذوالحجہ تک کیا جاسکتا ہے۔

10- **طواف وداع:** حجاج کرام مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے بیت اللہ کا پھر طواف کرتے ہیں جسے طواف وداع کہا جاتا ہے۔

• حج کے دوران لڑائی جھگڑا، فساد اور عورتوں سے اختلاط سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **فَلَا رَفْثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ** [البقرہ: 197] ”حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی برا کام کرے نہ کسی سے جھگڑے۔“

• حج کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: **مَنْ حَجَّ لِلَّهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ** [صحیح البخاری: حدیث 1521] ”جس شخص نے اللہ کے لیے اس شان کے ساتھ حج کیا کہ نہ کوئی فحش بات ہوئی اور نہ کوئی گناہ تو وہ اس دن کی طرح واپس ہو گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔“

### لیکچر نمبر 3: القرآن وعلوم القرآن-I (ماڈیول 1-12: قرآن مجید کا تعارف)

- قرآن کے لفظی معنی: لفظ قرآن "قراءة" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پڑھنا۔ ایک رائے یہ ہے کہ قرآن کا لفظ "قرء" سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں جمع کرنا۔
- قرآن مجید کی تعریف: "قرآن اللہ کا کلام ہے، جو اس نے محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔ لفظ اور معنی میں، اور جو مصحف میں محفوظ ہے، اور متواتر طریقے سے ہم تک پہنچا ہے، اور بنی نوع انسان کے لیے ایک چیلنج ہے کہ وہ اس سے ملتی جلتی کوئی چیز بنا سکے۔"
- قرآن کے نام: علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں قرآن حکیم سے ماخوذ کتاب اللہ کے پچپن (55) صفاتی اسماء تحریر کئے ہیں۔ خود قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے بہت سے نام ذکر فرمائے ہیں مثلاً القرآن، الفرقان، الذکر، النور اور الکتاب وغیرہ۔

### لیکچر نمبر 3: القرآن وعلوم القرآن-I (ماڈیول 2-13: قرآن مجید کی آیات اور سورتیں)

- آیت کے لغوی معنی علامت یا نشانی کے ہیں، یعنی آیت قرآنیہ اللہ رب العزت کے علم و حکمت کی نشانی اور علامت ہے۔ جبکہ اصطلاح میں آیت سے مراد قرآن حکیم کا وہ ایک جملہ جو اپنے سے پہلے اور بعد والے جملے سے الگ حیثیت کا حامل ہو۔ مشہور قول کے مطابق قرآن مجید کی آیات کی تعداد 6236 ہے۔
- قرآن مجید کی سورتیں: دو سے زیادہ آیات کے مجموعے کو سورت کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں سورہ کے لفظی معنی رفعت اور بلندی کے ہیں۔ قرآن مجید کے ہر باب کو سورہ کہا جاتا ہے، گویا کہ ہر سورہ ایک بلند منزل کا نام ہے۔ قرآن مجید میں کل 114 سورتیں ہیں، قرآن حکیم کی سب سے بڑی سورت، سورۃ البقرۃ اور سب سے چھوٹی سورت کا نام سورۃ الکوتر ہے۔
- ترتیب نزولی: جس ترتیب سے قرآن مجید کا نزول ہوا اس ترتیب کو ترتیب نزولی کہا جاتا ہے۔ نزولی لحاظ سے سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ ترتیب توفیقی: سے مراد قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہے، جیسا کہ ابتداء میں سورۃ الفاتحہ اور آخر میں سورۃ الناس ہے۔

### لیکچر نمبر 3: القرآن وعلوم القرآن-I (ماڈیول 3-14: قرآن مجید کے فضائل)

- قرآن مجید سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا ایک افضل اور مبارک عمل ہے۔
- قرآن کے ایک ایک حرف کے پڑھنے پر ایک نیکی ہے اور حدیث مبارکہ کی رو سے اللہ رحیم و کریم کی ذات سے ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے تو اگر کوئی الف لام میم پڑھتا ہے تو اسے تیس نیکیوں کے برابر ثواب ملے گا۔
- فرمان رسول صلی علیہ وسلم کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص قرآن حکیم کو سمجھنے اور پڑھنے میں غور و فکر سے کام لیتا ہے اور اس مبارک عمل میں مصروف و مشغول رہتا ہے اور دعائیں مانگنے کا اس کو موقع اور وقت نہیں ملتا تو اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس کام میں مشغولیت کی وجہ سے اس کو دعائیں مانگنے والوں سے افضل اجر عطا فرماؤں گا۔
- حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ دو کاموں کے علاوہ حسد (ریشم) جائز نہیں ایک اس شخص کے ساتھ جس کو اللہ رب العزت نے مال دیا ہے اور وہ اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور دوسرا اس شخص کے ساتھ جس کو اللہ نے قرآن کی نعمت دی اور وہ قرآن کو پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔

### لیکچر نمبر 3: القرآن وعلوم القرآن-I (ماڈیول 4-15: جمع و تدوین قرآن)

- قرآن مجید نبی کریم ﷺ پر حالات و ضرورت کی بنیاد پر تقریباً تیس سال کے عرصے میں نازل ہوا۔
- نبی کریم ﷺ قرآن مجید کی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر آیات قرآنیہ کو جلدی سے زبان سے دھراتے۔ اس پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ بِهِ لِسَانُكَ لَتَتْلُوَهُ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (القیامہ: 17-16)
- ترجمہ: (اے محمد ﷺ) آپ اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیں تاکہ آپ اس کو جلدی سے یاد کر لیں، (اے حبیب) اس قرآن کو پڑھنا اور اس قرآن کو آپ کے دل میں محفوظ رکھنا یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

- صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد نے قرآن حکیم کو حفظ کیا اور اس کے علاوہ آپ ﷺ نے کاتبین وحی کی ایک ایسی جماعت تیار کی جو قرآن مجید کو محفوظ کرنے کی غرض سے آیات قرآنیہ کو مختلف چیزوں پر لکھ لیا کرتے تھے۔

### لیکچر نمبر 3: القرآن وعلوم القرآن-I (ماڈیول 5-16: دورِ صدیقی میں تدوین قرآن)

- غزوہ موتہ میں صحابہ کرامؓ میں سے حفاظ کی ایک کثیر تعداد کی شہادت کے بعد صحابہ کرامؓ میں قرآن کریم کی حفاظت کا خیال شدت اختیار کر گیا، تاکہ بعد میں آنے والے انسانوں کے لیے یہ کتاب ہدایت و تاقیامت محفوظ ہو جائے۔
- حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا مشورہ دیا، لیکن انشراح قلب نہ ہونے کی بنیاد پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تردد فرمایا اور کہا کہ جو کام حضور ﷺ نے انجام نہیں فرمایا وہ ہم کیسے کر لیں۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ کے اصرار اور مستقبل میں قرآن کی حفاظت کے پیش نظر اس کام کے لئے آمادگی ظاہر کی۔
- جمع و تدوین قرآن: قرآن مجید کے جمع و تدوین کے لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ پر مشتمل دور کئی کمیٹی تشکیل دی تاکہ وہ لوگوں سے قرآن کی آیات لے کر اس کی تحقیق اور تصدیق کے بعد اس کو کتابی شکل میں مدون کریں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے چند اصولوں اور طریقوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کتابی شکل میں قرآن مجید کو جمع فرمایا جس کو ابتدا میں "نسخہ اُم" (Master copy) اور بعد میں "مصحف" کا نام دیا گیا۔ یہ نسخہ مصحف ابتدا میں خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس اور بعد میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی تحویل میں رہا۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد وہ نسخہ حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت تک حضرت عمر فاروقؓ کی بیٹی اور ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔

### لیکچر نمبر 3: القرآن وعلوم القرآن-I (ماڈیول 6-17: حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں جمع قرآن)

- جب اسلام عرب سے باہر نکل کر ایشیاء، وسط ایشیاء اور دراز کے ممالک تک پھیل گیا تو عرب اور عجم کے لب و لہجے کے اختلاف کی وجہ سے قرآن مجید کے پڑھنے میں اور قرأتوں میں اختلاف پیدا ہوا۔
- حضرت حذیفہ بن یمانؓ خلیفہ وقت حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ دور دراز کے علاقوں میں مسلمان ہونے والے لوگ عربی لب و لہجے اور قرأتوں سے ناواقف ہونے کی بناء پر قرأت قرآن میں اختلاف کر رہے ہیں جس کی بناء پر مسلمانوں کے درمیان قرآن کے پڑھنے پر اختلافات اور جھگڑوں کا خدشہ ہے۔
- حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن کے جمع کرنے کے لئے ایک چار کئی کمیٹی تشکیل دی۔ جس میں حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن حارث بن ہشامؓ تھے۔ اس کمیٹی نے قرآن مجید کو لغت قریش پر مرتب کیا اور پھر قرآن کریم کے ایک ہی طرح کے سات نسخے تیار کئے گئے۔ جن کو مختلف بڑی اسلامی ریاستوں مثلاً مکہ مکرمہ، شام اور کوفہ وغیرہ میں بھجوا دیا گیا اور ایک نسخہ دار الخلافہ یعنی مدینہ منورہ میں محفوظ کر لیا گیا۔

اعراب قرآن اور رموز و اوقاف: عرب کے رہنے والوں کو اہل زبان ہونے کی وجہ سے قرآن مجید پڑھنے کے لئے زبر، زیر، پیش اور نقطوں کی ضرورت نہیں تھی لیکن جب یہ قرآن اہل عجم یعنی غیر عرب میں پہنچا تو اس کے لیے اعراب اور نقطوں کی ضرورت پڑی۔ کیونکہ زبان دان نہ ہونے کی وجہ سے قرآن کے غلط پڑھنے کا خدشہ موجود تھا۔ اس مقصد کے لیے دورِ اموی میں عراب لگانے کی ذمہ داری اس وقت کے بہت بڑے ماہر ادب و فن ابوالاسد الدؤلی کو سونپی گئی۔

## لیکچر نمبر 4: القرآن وعلوم القرآن-II (ماڈیول 1-18: قرآن مجید کی معجزانہ شان)

قرآن کریم اللہ رب العزت کا برگزیدہ کلام ہے۔ یہ ایسی بے مثال و بے نظیر کتاب ہے کہ جس کا بنانا انسان کے بس سے باہر ہے جبکہ اللہ نے انسانوں کو چیلنج بھی کیا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل نہیں ہوا بلکہ انسانی کلام ہے اور یہ میرے بندے اور رسول محمد ﷺ نے اپنی طرف سے بنایا ہے۔ تو پھر تم بھی تو انسان ہو اور بزمِ خود اپنے آپ کو سب سے بہتر اور قادر الکلام سمجھتے ہو، خود کو زبان پر عبور رکھنے والا اور دوسروں کو عجی یعنی گونگا خیال کرتے ہو تو پھر تم بھی ایسا ہی ایک کلام لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ ۚ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (البقرة 23:2)** ترجمہ: "اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جو ہم نے اپنے (برگزیدہ) بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بناؤ، اور (اس کام کے لئے بیشک) اللہ کے سوا اپنے (سب) حمایتیوں کو بلاؤ اگر تم (اپنے شک اور انکار میں) سچے ہو۔"

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک اس قرآنی چیلنج کا کوئی بھی جواب نہیں دے سکا اور نہ ہی قیامت تک دے سکے گا۔ اور پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ نے قرآن میں دوسرے مقامات پر دس آیتوں اور پھر آخر میں اس قرآن کی ایک آیت کی مثل لانے کا چیلنج دیا لیکن اتنا علم ہونے کے باوجود آج تک دنیا اس کا جواب دینے سے عاجز اور قاصر ہے۔

- قرآن کی بے مثل فصاحت و بلاغت: سردارانِ مکہ میں سے ولید بن مغیرہ نے قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ شان بیان کرتے ہوئے اہل زبان ہونے کے باوجود اپنے عجز اور ناتوانی کا اعتراف کیا کہ یہ انسانی کلام ہو ہی نہیں سکتا ورنہ ہم بھی اس جیسا کوئی کلام بنا لیتے۔

## لیکچر نمبر 4: القرآن وعلوم القرآن-II (ماڈیول 2-19: کائنات کے راز بیان کرنا)

- سائنسی حقائق و انکشافات: بگ بینک تھیوری: ایک سمٹے ہوئے مادہ سے اللہ کے حکم سے کائنات کا پھیل جانا قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہے۔
- زمین، سورج اور چاند کی حرکت: تمام سیارے، زمین اور سورج وغیرہ اپنے ایک مقرر کردہ مدار کے اندر حرکت کر رہے ہیں اور اپنے مدار سے باہر نہیں نکلتے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن عظیم الشان میں ارشاد فرمایا: اور وہی (اللہ) ہے جس نے رات اور دن کو پیدا کیا اور سورج اور چاند کو (بھی)، تمام (آسمانی کرے) اپنے اپنے مدار کے اندر تیزی سے تیرتے چلے جاتے ہیں (الانبیاء 33:21)
- انسان کی تخلیق کا کیمیائی اور حیاتیاتی ارتقاء: مادر رحم میں تخلیق انسانی کے مختلف مراحل اور ادوار، اور اس ضمن میں اللہ رب العزت کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔
- مستقبل میں ہونے والے واقعات کی پیشگوئیاں: غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کا ذکر، جب کہ مسلمان تعداد میں بھی قلیل اور عسکری لحاظ سے کمزور تھے اور دشمن کے عددی لحاظ سے برتری کے باوجود اللہ نے کفار کی شکست کا واضح طور پر قرآن میں ذکر فرمایا۔
- صلح حدیبیہ سے قبل ہی مسلمانوں کو فتح مندی کی خبر دینا، جبکہ صلح حدیبیہ کے معاہدے میں شامل دفعات اور شرائط میں مسلمانوں کو بظاہر نقصان اور مغلوبیت کی صورت نظر آرہی تھی، لیکن اس صلح سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس ضمن میں فتح کی خوشخبری سنائی اور انجام کار، فتح مکہ کی صورت میں نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کو فاتحین کی حیثیت سے اپنے وطن واپس لوٹا دیا۔



- روم اور فارس اس وقت کی دو بڑی طاقتیں تھیں۔ بارہا اہل فارس (آتش پرست)، اہل روم (اہل کتاب) پر غالب آتے رہے۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں روم کے ساتھ تھیں۔ اسی دوران اہل فارس روم پر غالب آگئے اور اس وقت اللہ نے قرآن میں چند سالوں میں اہل روم کے غلبے کی پیشگوئی فرمائی تھی جو حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی۔
- مسلمانوں کی کسمپرسی کی حالت کے ایام میں قرآن نے ایمان والوں کو زمین کی خلافت عطا ہونے کا مژدہ سنایا، اور خلفائے راشدین اور پھر ان کے بعد آنے والے وقت نے اللہ کی پوری زمین پر مسلمانوں کی حکومت اور خلافت کی پیشگوئی کو سچ کر دکھایا۔
- فرعون جو کہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا، دریائے نیل میں غرقابی کے بعد اس کے جسم کو محفوظ رکھنے کا ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا تھا، کہ ہم تمہارے جسم کو لوگوں کی عبرت کے لئے محفوظ کر دیں گے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ یہ وہی انسان ہے جو کہ خدائی کا دعویٰ کرتا تھا لیکن اب ایک بے بس مٹی کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ جو کہ اپنے جسم پر سے ایک مکھی تک کو اڑانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

### لیکچر نمبر 4: القرآن وعلوم القرآن-II (ماڈیول 3-20: علم تفسیر کا تعارف)

- تفسیر کے لغوی معنی: فَرْسُ الْقَسْرِ کے معنی کسی چیز کو کھولنے اور واضح طور پر بیان کرنے کے آتے ہیں۔
- تفسیر کی اصطلاحی تعریف: ایسا علم جس کی مدد سے قرآن مجید کے مطالب و معانی، اسرار و حکم اور احکام و مسائل کے بارے میں بحث کی جائے۔
- تفسیر کی اقسام: تفسیر کی دو اقسام ہیں۔ (1) تفسیر بالماثور (2) تفسیر بالرأی۔
- (1) تفسیر بالماثور: وہ روایات جو حضور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین سے منتقل ہو کر ہم تک پہنچی ہیں، ان روایات (احادیث)، صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی روشنی میں قرآن مجید کو سمجھنا اور اس کو کتابی شکل دینا، اس کو تفسیر بالماثور کہا جاتا ہے۔ مثلاً علامہ محمد بن جریر طبری کی تفسیر طبری وغیرہ۔
- (2) تفسیر بالرأی: اگر کوئی معتبر اور اہل شخص قرآن مجید کو قرآن حکیم ہی کی دوسری آیات، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور لغت عرب وغیرہ سے سمجھ کر اپنی عقل و فہم کے مطابق کوئی تفسیر کرتا اور لکھتا ہے تو اس کو تفسیر بالرأی کہا جاتا ہے۔ مثلاً علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کشاف وغیرہ۔
- تفسیر قرآن کے بنیادی ماخذ: تفسیر قرآن کے پانچ مندرجہ ذیل بنیادی ماخذ ہیں۔
- (1) قرآن کریم (2) احادیث نبویہ ﷺ (3) اقوال صحابہؓ و تابعینؓ (4) لغت عرب (5) قواعد و اصول شرعیہ۔

### لیکچر نمبر 4: القرآن وعلوم القرآن-II (ماڈیول 4-21: علم تفسیر کا ارتقاء)

- جس وقت قرآن کا نزول جاری تھا، حضور ﷺ کی باہر کثرت ذات صحابہ کرامؓ کے درمیان موجود تھی، لہذا جب بھی کسی وضاحت کی ضرورت پڑتی یا کسی آیت کے مفہوم میں ابہام محسوس ہوتا، صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تسلی و تشفی محسوس کر کے واپس لوٹتے۔
- صحابہ کرامؓ قرآن کو سمجھنے اور علوم قرآن کو حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگے رہتے تھے تاکہ کتاب اللہ کے احکام کو اچھی طرح سمجھا جاسکے۔ ان صحابہ کرامؓ میں سے حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت علیؓ کے نام نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، ان کے علاوہ دیگر صحابہؓ میں سے خاص طور پر حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے اسماء قابل ذکر ہیں

● حضور ﷺ کی رحلت اور اسلام کے دور دراز کے علاقوں میں پھیل جانے کے بعد کئی صحابہ کرامؓ نے مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ اور دیگر علاقوں کی طرف ہجرت کی اور کتاب اللہ کی تعلیم دینے، احکامات الہیہ کو پھیلانے اور قرآن کریم سکھانے کی غرض سے دروس قرآن کے حلقہ جات قائم کئے اور ہزاروں لوگوں کو مستفید کیا، جنہوں نے مزید اس علم کو آگے دوسرے لوگوں تک پہنچایا۔

● کتب تفسیر کی تدوین و تالیف: ابتدا میں صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے تفسیر زبانی سن کر اسے یاد کیا اور سینہ بہ سینہ آگے پہنچایا، بعد ازاں عہد تابعین میں بنی امیہ کے دور میں علم تفسیر پر باقاعدہ کتب لکھی گئیں۔ قرآن مجید کی پہلی باقاعدہ تفسیر ابو جعفر محمد بن جریر طبری کی تفسیر "جامع البیان" ہے جو "تفسیر طبری" کے نام سے مشہور ہے۔

● قرآن مجید کی تفسیر کرنے والے شخص (مفسر) میں درج ذیل خصوصیات ہونی ضروری ہیں:

- 1- عربی زبان کے قواعد اور گرامر کا مکمل علم
- 2- علم البلاغۃ پر مکمل دسترس۔
- 3- اصول فقہ و قواعد فقہیہ کا مکمل علم
- 4- حدیث و اصول روایت و درایت میں کامل مہارت
- 5- سیرت طیبہ کے واقعات و حوادث سے مکمل آگاہی

### لیکچر نمبر 5: قرآن و علوم القرآن - III (ماڈیول 1-22: مطالعہ متن قرآن: سورۃ الحجرات 1-2)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَمِيعٌ عَلِيمٌ (الحجرات: 1)

”اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول ﷺ کی بے ادبی نہ ہو جائے)، بیشک اللہ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے۔“

۱۔ حضور ﷺ کا ادب و احترام ۲۔ قرآن و سنت کی تمام معاملات میں بالادستی ۳۔ اللہ عزوجل کے ذکر کی اہمیت

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (الحجرات: 2)

اے مومنو! تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔

حضور ﷺ کا ادب و احترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ آواز، حضور ﷺ سے بلند نہ ہو۔ لہجہ میں ادب و احترام اور انکساری کا پہلو ہو۔ (حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی تو وہ اس آیت کے نزول پر پریشان ہو گئے) آپ ﷺ کو نام لیکر نہیں بلکہ اچھے القابات کے ساتھ پکارا جائے۔ اہل علم کے مطابق جہاں آپ ﷺ کا ذکر ہو رہا ہو یا احادیث پاک بیان ہو رہی ہوں، وہاں بھی ان احکام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

### لیکچر نمبر 5: قرآن و علوم القرآن - III (ماڈیول 2-23: مطالعہ متن قرآن: سورۃ الحجرات 3-5)

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات: 3)

”بیشک جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے چن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لئے بخشش ہے اور اجر عظیم ہے“

● غصص صوت، ادب کی علامت ہے۔ اور ادب نبوی ﷺ تقویٰ کی نشانی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو ادب نبوی ﷺ سے آزمایا، امتحان لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کے دل تقویٰ کے لیے درست پائے گئے۔ اگر ادب نہ ہو تو تقویٰ تو دور ایمان کی بھی ضمانت نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (الحجرات: 4)

”بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام و مرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتے۔“

۱۔ شانِ نزول: قبیلہ بنی تمیم کی آمد اور حضور ﷺ کو آوازیں دینا: وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (الحجرات: 5)

”اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کی طرف باہر تشریف لے آتے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے“

● اہل علم کی رائے ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی حیات ظاہری میں حکم ادب تھا، اسی طرح آپ کی قبر انور اور مسجد کا ادب قیامت تک کیلئے ہے۔

● حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں دو لوگوں کو اونچی آواز میں بولتے سنا تو کہا کہ اگر تم مدینہ کے ہوتے تو تمہاری پٹائی کر دیتا۔

### لیکچر نمبر 5: قرآن و علوم القرآن - III (ماڈیول 3-24: مطالعہ متن قرآن: سورۃ الحجرات 6-8)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأُمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ ۚ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (الحجرات: 6-8)

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ ﷺ موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ فرمادیا اور کفر اور نافرمانی اور گناہ سے تمہیں متنفر کر دیا، ایسے ہی لوگ دین کی راہ پر ثابت اور گامزن ہیں۔ (یہ) اللہ کے فضل اور (اس کی) نعمت (یعنی تم میں رسول اُمّی کی بعثت اور موجودگی) کے باعث ہے، اور اللہ خوب جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے“

• تم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں۔ فیضانِ رسالت آج بھی جاری ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ وہ تم سے محبت فرماتے ہیں۔ تم اپنی بھلائی کے اتنے خواہاں اور اتنے واقف نہیں ہو جتنے نبی کریم ﷺ ہیں۔

• کتاب و سنت کے موجود ہونے کے باوجود جو شخص اپنی رائے پر اصرار کرتا درحقیقت وہ اس بات سے جاہل ہے کہ ہم میں اللہ کا رسول موجود ہے

### لیکچر نمبر 5: قرآن و علوم القرآن - III (ماہیول 4-25: مطالعہ متن قرآن: سورۃ الحجرات 9-11)

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَجَاثِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلَحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ (الحجرات: 9)

”اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرادیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے“

• دو مختار مسلمان جماعتوں میں صلح کرانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ حدیث مبارکہ ہے: اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو تو بھی، مظلوم ہو تو بھی۔ (بخاری: ۶۹۵۲)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (الحجرات: 10)

”بات یہی ہے کہ (سب) اہل ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے“

• اسلامی اخوت ایک ایسا مستحکم اور مضبوط رشتہ ہے جس پر رنگ و نسل اور جغرافیائی حدود اثر انداز نہیں ہوتیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْإِسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ (الحجرات: 11)

”اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے وہی عورتیں ان (مذاق اڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں، اور نہ آپس میں طعنہ زنی اور الزام تراشی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد اسے فاسق و بد کردار کہنا بہت ہی برانا نام ہے، اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں“

• خوشگور معاشرے کی تشکیل کیلئے معاشرتی آداب کی تعلیم ضروری ہے۔

• مذاق اڑانے کی دوہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک مذہبی یا نظریاتی اختلاف کا ہونا دوسرے مخاطب کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنا۔

• کمزور یا کمزور کسی شخص کے کسی فعل یا حرکت میں عیب جوئی کرنا۔ جیسے پھبتیاں کسنا، کسی کی نقلیں اتارنا، اشارے کرنا، یا طنزیہ بات اور چوٹیں۔

• لقب دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ پسندیدہ۔ (صدیق، فاروق) ۲۔ مذموم۔ (فاسق، یہودی، چور)

”جو شخص کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہے اور درحقیقت وہ کافر یا فاسق نہ ہو تو خود کہنے والا شخص فاسق یا کافر ہو جائے گا“

### لیکچر نمبر 6: قرآن وعلوم القرآن - IV (ماڈیول 1-26: مطالعہ متن قرآن: سورۃ الحجرات 12)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَنُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ (الحجرات: 12)

”اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بیشک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اخروی سزا واجب ہوتی ہے) اور (کسی کے غیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو۔ اور (ان تمام معاملات میں) اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ کو بہت قبول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے“

- ٹوہ لگانے سے پرہیز: کسی کے گھر میں جھانکنا، چوری چھپے کسی کی باتیں سننا، کسی کے خطوط دیکھنا یا درمیان میں ٹیلی فون کی گفتگو سننا وغیرہ۔ مخفی برائیوں کا علاج جاسوسی نہیں بلکہ ان کی اصلاح تعلیم، وعظ و تلقین، عوام کی اجتماعی تربیت اور ایک پاکیزہ معاشرتی ماحول پیدا کرنے سے کی جائے گی۔
- غیبت سے اجتناب کرنا چاہیے البتہ درج ذیل صورتوں میں کسی کی غیبت کرنے یعنی اس کے عیوب بیان کرنے کی اجازت ہے:
  - ۱۔ مظلوم، حاکم اور مستحق عالم کے سامنے پیش کردہ معاملہ کی وضاحت کے لیے
  - ۲۔ کسی کے شر سے بچانے کیلئے
  - ۳۔ قانون جرح و تعدیل۔

### لیکچر نمبر 6: قرآن وعلوم القرآن - IV (ماڈیول 2-27: مطالعہ متن قرآن: سورۃ الحجرات 13)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (الحجرات: 13)

”اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے“

- اسلام میں برتری کا واحد معیار صرف تقویٰ ہے۔
- جاہلیت میں ترجیح و برتری کی بنیاد نسلی امتیازات پر تھی، قرآن مجید نے اسلامی معاشرہ کی بنیاد، انسانی ہمدردی، پر رکھی اور نسلی امتیازات کو یکسر ختم کر دیا

### لیکچر نمبر 6: قرآن وعلوم القرآن - IV (ماڈیول 3-28: مطالعہ متن قرآن: سورۃ الحجرات 14-18)

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (الحجرات: 14)

”دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرمادیجئے: تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو تو وہ تمہارے اعمال (کے ثواب میں) سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے“

- معروف مفسر امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنو اسد بن خزیمہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

۲۔ ایمان و اسلام کا باہمی تعلق: کبھی مترادف۔ دل کا یقین اور ظاہری فرمانبرداری۔ کبھی مختلف المعانی۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات: 15)

”ایمان والے تو صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے، یہی وہ لوگ ہیں جو (دعوائے ایمان میں) سچے ہیں“

- ایمان کے بعد شک میں مبتلا نہیں ہونا، پھر اپنی جانوں اور مال سے جہاد کرتے ہیں یہی لوگ ایمان صادق والے ہیں۔
- قُلْ أَعْلَمُونَهُ اللَّهُ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحجرات: 16)
- ”فرمائیے: کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جانتے ہو، حالانکہ اللہ ان (تمام) چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے“

يَمْنُونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمْنُوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ يَمْنُ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ- (الحجرات:17)

”یہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ فرمادیجئے: تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا ہے، بشرطیکہ تم (ایمان میں) سچے ہو“

• ان کے خیال میں یہ ان کا رسول اللہ ﷺ پر احسان تھا جس کا آپ ﷺ کو خیال رکھنا چاہیے تھا اور اس کے بدلے میں ان کے تقاضے اور فرمائشیں پوری کرنی چاہیے تھیں، جیسے چودھری اور سردار کسی سیاسی پارٹی میں شامل ہو کر اس پر احسان رکھتے ہیں اور پارٹی کے سربراہ سے اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ- (الحجرات:18) ”یہ لوگ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ وہ اسلام لے آئے ہیں۔ فرمادیجئے: تم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ تم پر احسان فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا ہے، بشرطیکہ تم (ایمان میں) سچے ہو“

مزید تاکید فرمائی کہ یہ نہ سمجھنا کہ وہ آسمان و زمین کی انھی اشیاء کو جانتا ہے جو ظاہر ہیں، بلکہ وہ ان اشیاء کو بھی جانتا ہے جو نگاہوں سے غائب ہیں، خواہ پہلے گزر چکی ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گی اور تم جو کچھ کر رہے ہو یا آئندہ کرو گے اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔